★ــــ حضرت العلّام مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی

دوام حدیث

قسط نمبر ۲۶

حجیّت حدیث

پر

قرآنی دلائل اور چند شبہات کا ازالہ

حدیث اگرچہ قرآن کا بیان ہے

اس وجہ سے اس کی اطاعت قرآن کی اطاعت میں مندرج ہے۔ مگر جب ایک مسئلہ حدیث سے ثابت ہو جائے تو اس کے بعد سوچنے کی ضرورت نہیں۔ کہ قرآن میں یہ مسئلہ ہے یا نہیں اس لحاظ سے قرآن کے بعد حدیث اثبات احکام میں مستقل درجہ رکھتی ہے۔ اور نہ وہاں یہ احتمال ہے کہ شاید آپ نے غلطی کی ہو کیونکہ جس مسئلہ میں وحی الٰہی نے رسول کی تردید نہیں کی وہ قرآن کی طرح من جانب اللہ ہے اولی الامر کی باتوں میں باوجود اس کے کہ وہ ساری عمر ایک بات پر اڑے رہیں غلطی کا احتمال قائم رہتا ہے۔

دوسرا مسئلہ مرکز ملت کے قانون کا ہے۔ مرکز ملت کے آئین کے دو حصے ہیں ایک قرآن دوسرا حدیث۔ قرآن کے متعلق تو منکرین حدیث تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے احکام اصولی ہوں یا فروعی دائمی ہیں وقتی نہیں۔ مگر خدا کی اطاعت پھر بھی مرکز ملت

کی اطاعت مانتے ہیں۔

حدیث کی جزئیات کو وقتی کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ جزئیات ان کلیات سے نکالی گئی ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں مگر ان کے نکالنے میں اس زمانہ کے مخصوص تقاضا کو بھی دخل ہے جس میں وہ جاری کی گئیں جب زمانہ بدل گیا تو اُس وقت زمانہ حاضر کے تقاضے کے مطابق اور جزئیات قرآنی کلیات سے نکال کر نافذ کرنی چاہیئے۔

ان کے دماغ میں یہ چیز نہیں آتی کہ جزئیات یا کلیات کا دائمی یا وقتی ہونا صرف لکھ دینے یا نہ لکھ دینے سے نہیں ہو سکتا۔" یعنے یہ بات غلط ہے کہ کلیات اور جزئیات کو اگر لکھ لیا جائے تو وہ کلیات اور جزئیات دائمی بن جاتی ہیں اور نہ لکھا جائے تو وقتی ہو جاتی ہیں کیونکہ وقتی اور دائمی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان کا پورا فائدہ ختم ہو چکا ہے یا باقی ہے اور اس میں لکھنے نہ لکھنے میں فرق نہیں آتا کیونکہ افادہ کا اختتام یا بقایا ایک نفسی الامری امر ہے لکھ کر محفوظ رکھے یا نہ لکھ کر غیر محفوظ چھوڑنے کے ساتھ متعلق نہیں جو چیز یقیناً محفوظ ہو اگر اس کا فائدہ ختم ہو چکا ہو تو وہ چیز وقتی ہی ہوتی ہے منکرین حدیث بھی اس کا اقرار کرتے ہیں چنانچہ مقام حدیث میں لکھتے ہیں " لہذا اگر یہ کسی طرح ثابت بھی کر دیا جائے کہ فلاں روایت یقینی طور پر سچی ہے تو بھی اس سے مفہوم یہ ہوگا کہ حضور کے زمانہ مبارک میں دین کے فلاں گوشہ پر کس طرح عمل کیا گیا تھا۔ اگر ہمارے زمانے کا مرکز حکومت قرآنی سمجھے کہ اس عمل میں کسی ردوبدل کی ضرورت نہیں تو اسے علی حالہ رائج کر دے اور اگر سمجھے کہ ہمارے زمانے کے اقتضاءات اس میں ردوبدل چاہتے ہیں تو اس میں ردوبدل کر دے " صفحہ ۶۶ - ۶۷ مقام حدیث

پس جب یہ بات مسلمہ ٹھہری کہ کسی چیز کے محفوظ مکتوب ہونے یا نہ ہونے اسی طرح یقینی اور غیر یقینی ہونے سے دوام یا وقتی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ایک وقتی چیز یقینی اور مکتوب ہو سکتی ہے۔ اور ایک دائمی چیز ظنی اور غیر مکتوب ہو سکتی ہے" تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ حدیثیں ظنی ہیں اس لئے وقتی ہیں قرآن یقینی ہے اس لئے

دائمی ہے۔ بلکہ ان کو اس طرح کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ قرآنی احکام خواہ کلیات ہوں یا جزئیات ہر زمانہ کے تقاضا کے مطابق ہیں اور حدیثی احکام خواہ کلیات ہوں یا جزئیات ہر زمانہ کے اقتضاآت کے مطابق نہیں مگر یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اس کے لئے دلائل کی ضرورت ہے اور دلائل اس کے خلاف موجود ہیں کیونکہ قرآن و حدیث دونوں میں دائمی اور وقتی احکام موجود ہیں۔ چند مثالیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک مثال اہل قرآن اور ان کے ہم نوا لوگوں کے مذاق کے مطابق ہے ذکر کی جاتی ہے۔ اگرچہ ہم اُسے صحیح نہیں سمجھتے۔ ربا (سُود) کو قرآن میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کی حرمت ایک تکمیلی حکم ہے یعنے مکارم اخلاق کی جنس سے ہے۔ یہ مسئلہ ضروری مقاصد سے نہیں۔ کیونکہ ضروری مقاصد وُہ ہیں جن پر عمل کرنے سے جان، مال، دین، عقل، عزت اور نسل کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سُود کی حرمت پر نہ عمل کرنے سے ان مذکورہ چیزوں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی نہ جان کے ضیاع کا خطرہ ہے نہ مال کے فنا ہونے کا ڈر، نہ اعتقادات کے بگڑنے کا اندیشہ نہ نسل میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ نہ عقل پر حرف آتا ہے، نہ عزت برباد ہوتی ہے۔

اور یہ مسئلہ (حرمت سُود کا) اس لئے بھی نہیں کہ اس سے ضروری مقاصد میں کچھ سہولت پیدا ہوگئی ہو جیسے رخصت میں ہوتا ہے کہ اس سے حرج یعنے تنگی اُٹھ جاتی ہے کیونکہ اس میں رخصت نہیں بلکہ پابندی ہے۔

پس یہ مسئلہ (حرمت سُود کا) ایک تکمیلی حکم ہے جو مکارم اخلاق کے قبیل سے ہے

پس اس وقت جبکہ تمام غیر مسلم ممالک سُودی کاروبار کے جال میں گرفتار ہیں اور موجودہ حالت میں اگر حرمت سُود کو حکومت پاکستان اپنے بنک میں اور دُوسرے ممالک کے تبادلہ میں فوری طور پر نافذ کرے تو حرج واقع ہوگا جیسا کہ پاکستان کے لوگ محسوس کر رہے ہیں۔ اور بعض علماء بھی اس حد تک ان کے ہم نوا ہیں کہتے ہیں کہ ایک مدت تک سودی لین دین کو برقرار رکھا جائے یہاں تک کہ پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور اس کی مالی ساکھ مضبوط ہو جائے اور بین الاقوامی مقام حاصل ہو جائے

اور آپ لوگ بھی انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر سودی لین دین (جو بنص قرآن حرام ہے) ایک مدت جائز قرار دیا جائے تو اس صورت میں ایک قرآنی حکم بھی وقتی ہوگا جو باقتضاآت زمانہ بدل سکتا ہے۔

اب دوسری مثال سنئے خمر یعنی شراب بنص قرآن حرام ہے اور اس کی حرمت سود کی حرمت کی طرح منصوص قطعی لکھی ہوئی ہے مگر آج کل چونکہ یورپ کی بہت سی ادویہ میں روح الخمر (اسپرٹ) کا استعمال ہوتا ہے۔ اور تمام ٹنکچر اسی سے تیار ہوتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں انگریزی ادویہ سے چارہ نہیں اور علاج حفظ صحت وجان و ازالہ مرض کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

پس ضرورت کے لئے اس کا استعمال جائز ہونا چاہیئے حالانکہ قرآن مجید نے اس کو نجس قرار دیا ہے اور اس سے بالکل الگ رہنے (اجتناب) کا حکم دیا ہے، بنیا تو کجا اس کا چھونا بھی جائز نہیں، اس زمانہ روح الخمر (اسپرٹ) سے بارود بنتا ہے۔ اگر کوئی کارخانہ بارود بنانے کا نہ ہو اور نہ استعمال کی اجازت ہو تو اس صورت میں جہاد کا سلسلہ خراب ہو جاتا ہے جس سے کفار کے تغلب کا خطرہ ہے۔ بس اس ضرورت کے لئے اسپرٹ کے استعمال کی اجازت ہونی چاہیئے اور اسپرٹ کے خمر بنانے کی بھی اجازت لازمی ہے۔ اگر آپ اس کو جائز قرار دیں گے تو قرآنی حکم کی تخصیص مانتے ہوئے اس کو عموم کو وقتی ماننا پڑے گا۔ اگر اجازت نہ دیں گے تو جو حشر اس وقت پاکستان کا ہوگا اس کا وبال آپ کے سر پر ہوگا۔

اگر آپ کہیں گے کہ ضرورت کے وقت تو ردو بدل ہو سکتا ہے۔ تو اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ قرآنی اور حدیثی حکم میں کوئی فرق نہیں، دونوں میں ضرورت کے وقت ردو بدل ہو سکتا ہے۔ پس اصل وجہ جس کی بنا پر ایک امر وقتی اور ایک امر دائمی بنتا ہے۔ وہ حالات اور اقتضاآت میں جو مختلف اوقات میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ اس قسم کا ہو کہ ہر زمانہ کے اقتضاآت کے ساتھ ساتھ چل سکے تو وہ دائمی ہے ورنہ

وقتی - مگر انسانی بصیرت چونکہ اتنی کامل نہیں کہ ہر مسئلہ میں حالات اور اقتضاآت کو پورے طور پر سمجھ سکے اس لئے شریعت کے الفاظ کی اتباع کرنی پڑتی ہے ویسے تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں خواہ منسوخ ہی ہو جس پر عمل کرنا ناممکن ہو صرف اتنا فرق ہے کہ ایک مسئلہ ایک زمانہ کے حالات کے ساتھ زیادہ مناسب ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے زمانے کے ساتھ زیادہ مناسب ہوتا ہے صرف اس بنا پر کہ ایک حکم میں آسانی ہے اور دوسرا حکم مشکل ہے - ایک حکم کو ترجیح نہیں ہوتی بلکہ اس میں ان فوائد کا لحاظ ہوتا ہے جو ان احکام پر مرتب ہوتے ہیں کبھی آسان حکم میں فوائد زیادہ ہوتے اور کبھی مشکل حکم میں جس میں فوائد زیادہ ہوں گے اس کو ترجیح ہوگی اور فوائد کے ساتھ ساتھ آسانی کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے - اگر آسانی کا فائدہ مشکل حکم کے فوائد سے زیادہ ہو تو آسان حکم کو ترجیح ہوگی پھر ان احکام میں قوموں کے مزاج کو بھی دخل ہوتا ہے - بعض قوموں کے لئے مشکل احکام کی ضرورت ہوتی ہے، ان سے ان کی اصلاح کی توقع ہوتی ہے - اور بعض قومیں آسان احکام سے بھی درست ہو جاتی ہیں - اور بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جس میں انسان کی فطرت کا لحاظ ہوتا ہے خواہ آسان ہوں یا مشکل پس ان تمام باتوں کا الگ الگ لحاظ کرنا ہوتا ہے - ان وجوہ کی بنا پر قرآنی احکام میں بھی تخصیص و تنقید کی ضرورت پڑ جاتی ہے -

تیسری مثال صوم (روزے) کے متعلق قرآن کا حکم مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (بقرہ) جو تم میں سے روزے کا مہینہ پائے وہ اس مہینہ کے روزے رکھے - اور بعض مقامات اس قسم کے بھی ہیں جہاں ایک مہینہ بلکہ اس سے بھی زیادہ دو دو ماہ چھ چھ ماہ تک دن ہوتا ہے اب اس آیت پر وہاں کیسے عمل کرے پس لامحالہ ان کو اس حکم سے مستثنیٰ ماننا پڑے گا - نماز کے متعلق قرآن میں ہے أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ الآیہ (اسراء) جب سورج ڈھل جائے تو رات کے اندھیرے تک نماز قائم کر - اس آیت کے مطابق قطب شمالی کے قریب رہنے والا جب ایک ماہ بلکہ اس سے بھی زیادہ چھ ماہ کا دن ہو تو کیا کرے صرف ایک نماز ہی پڑھے - اور جہاں عشاء کا وقت نہ ملے سورج غروب ہوتے ہی عشاء کا وقت ہونے سے پہلے طلوع کرے وہاں عشاء کی نماز کا کیا کرے -

قرآن مجید میں ہے نماز کے لئے وضو کرو اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو نہ اس کو وہاں پانی ملے، نہ مٹی تو کیا کرے۔ اگر اس کو نماز کی اجازت ہو تو قرآنی حکم میں ردو بدل ہوا یعنی بدون وضو اور تیمم نماز پڑھی گئی۔ اگر اس کو نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو تو دوسرے حکم میں ردو بدل ہوا یعنی وقت پر نماز نہ پڑھی گئی۔ اگر کہیں کہ یہ ضرورت کی صورتیں ہیں اس لئے ان میں ردو بدل چاہیے۔ تو اسی طرح یہ کہا جائیگا کہ حدیثی احکام میں ضرورت کے لئے ردو بدل جائز ہے :

جس طرح بعض قرآنی احکام بعض حالات اور اقتضاآت کی بنا پر تخصیص و تقیید قبول کرتے ہیں اور بعض قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح بعض حدیثی احکام میں زمانہ کے تقاضوں کے مطابق تخصیص و تقیید جائز ہے اور بعض ایسے ہیں جن میں ردو بدل نہیں ہوتا۔

وہ احکام جن میں ردو بدل نہیں ہوتا مندرجہ ذیل ہیں :—

اعتقادات۔ جزا و سزا، ثواب و عقاب۔ مناقب و فضائل۔ نکاح کے محرمات وغیرہ وغیرہ

پس کسی حکم کا وقتی یا دائمی ہونا نفس الامری شئ ہے۔ لکھنے یا نہ لکھنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ احکام (جو قرآن کا بیان کہلاتے ہیں) قرآن کے علاوہ مقرر فرمائے اور کچھ احکام قرآن میں ذکر کئے۔ ایک میں بلحاظ نظم کے اعجاز رکھا جو کسی دوسری کتاب کو نصیب نہیں ہوا اور ایک میں بلحاظ حفاظت کے اعجاز رکھا۔ اس کی حفاظت کے ایسے اسباب پیدا کر دئے جو کسی دوسری شریعت کے لئے نہیں کئے۔ تاکہ ایسا خیال نہ آئے کہ شاید قرآن کی حفاظت مخصوص کتابت کی مرہون منت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بدون خاص کتابت کے بھی شریعت کی حفاظت کر سکتا ہے۔ جیسے حدیث کی حفاظت کی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدیث کی بالکلیہ کتابت نہیں ہوئی بلکہ اس قسم کی کتابت کی نفی ہے۔ جو بعد میں بصورت تدوین امت میں ظاہر ہوئی ورنہ نفس کتابت حدیث

تو آں حضرتؐ سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے ہم بالتفصیل بیان کر چکے ہیں صحابہ اور تابعین سے کتابت کا ثبوت تو تواتر سے ثابت ہے حضرت کریبؒ جو عبداللہ بن عباس کے آزاد کردہ ہیں بہت سے صحابہ سے انہوں نے حدیثیں سُنیں ان کے پاس کتابوں کا ایک گٹھڑ تھا۔ صفحہ ۱۸۶ ج ۹ البدایہ والنہایہ

پھر ان حدیثی احکام کی فہرست بھی سُن لیں جن میں تغیر و تبدل کا کوئی امکان نہیں

اعتقادات میں۔ ایمان و اسلام احسان کی تفسیر۔ ان فرشتوں کے بدلنے کے اوقات جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ آں حضرتؐ کے پاس جبرائیل کا اصلی صورت میں آنا۔ وحی کی مختلف صورتوں کا بیان۔ قرآن کی بعض سورتوں کے نزول کے ساتھ ستر ہزار تک فرشتوں کی آمد کا ذکر۔ اصحاب اخدود کا قصہ۔ بنی اسرائیل کے واقعات، تقدیر کی تفصیل جنت کے درجات اور اس کی مختلف نعمتوں کی تفصیل، دوزخ کی کچھ تفصیل اور اس کے درکات کا بیان۔ فضائل کی احادیث مناقب کی روایات علم اور علماء کی فضیلت عالم باعمل کا درجہ اور اس کی افضلیت۔

اخلاقی مسائل میں۔ مکارم اخلاق کا ذکر۔ اخلاق قبیحہ کا بیان۔ ان محرمات کا ذکر جن کی تفصیل قرآن میں نہیں خواہ ان کا تعلق نکاح سے ہو یا کھانے پینے پہننے سے ہو۔

مذکورہ بالا امور میں ہزاروں حدیثیں صحیح ہیں جن میں تخصیص و تقیید کی گنجائش نہیں یہ وہ حدیثیں ہیں جن میں عقلی طور پر ردوبدل کا احتمال نہیں نہ ان میں نسخ کی کوئی صورت ہو سکتی ہے

اور بعض امور ایسے ہیں جن میں بالکلیہ نسخ کی گنجائش نہیں ہاں ان میں تقیید و تخصیص کی گنجائش ہے ان کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

• اللہ کی عبادت کرنا • طہارت • ماتحتوں میں انصاف کرنا۔ (یعنی عدالت)

• خسیس اور گندی حرکات کے اثرات سے محفوظ رہنا۔ (یعنی سماحت) ان چیزوں میں بالکلیہ ردوبدل نہیں ہوا مگر ان کی جزئیات میں تقیید و تخصیص کی گنجائش ہے۔

مثلاً نفس عبادت کا حکم بصورت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی ہمیشہ سے چلا آرہا ہے، مگر ان کی تفصیلات میں اختلاف ہے اس اختلاف کی وجہ قرآن مجید نے۔ ابتلا بتلائی ہے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا
وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً
وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَا اٰتٰكُمْ (مائدہ)

ہم نے تم میں سے ہر ایک (گروہ) کے لئے ایک طریقہ اور راستہ بنایا ہے اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک امت بنا دیتا (یعنی ایک ہی شریعت شروع سے بنا دیتا) مگر ہر زمانے میں مختلف شریعتیں اسلئے مقرر کیں کہ تم کو آزمائے

یعنی پہلے اور شریعت تھی اب اور شریعت بھیجی اس سے مقصد ابتلاء اور امتحان ہے، یہ اختلاف جو شریعت میں واقع ہوا ہے۔ اس سے دین مختلف نہیں ہوتا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ
الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ
وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا
تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (شوریٰ)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کی وہ باتیں مقرر کیں جن کی نوح کو اس نے وصیت کی اور جو تیری طرف وحی کی اور جس کی ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو ہم نے وصیت کی دین کو قائم کرو اور اس میں مختلف نہ ہو جاؤ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل دین میں اختلاف نہیں۔

اختلاف شرائع کے اسباب

اس اختلاف کی اصل وجہ اگرچہ ابتلاء ہے۔ مگر اس کے اسباب کچھ اور بھی ہیں۔ قرآن مجید نے تحویل قبلہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے اور سورۂ حج میں اختلاف شرائع کا ذکر کر کے بھی اس طرف کچھ توجہ دلائی ہے۔ صراط مستقیم کو اس سے تعبیر کیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم تین شریعتوں (یہودیت نصرانیت حنیفیت) کو لیتے ہیں ان میں اصل دین اگرچہ ایک ہے۔ اصول سب میں برابر ہیں شرائع کے اختلاف کی وجہ امتحان کے علاوہ قواعد بھی ہیں وہ قواعد مختلف ہیں، یہودیت میں یہودیوں کی مزاج کے مطابق احکام میں کچھ شدت ہے، اور بدن کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ ہے تفصیلات میں اس امر کا لحاظ ہے، عیسائیوں میں یہودیوں کے تقشف اور روحانیت سے بے التفاتی کی وجہ سے روح کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور جسم کے حقوق کی طرف التفات کم ہے، اور اسلام (جو حنیفی مسلک کا ترجمان ہے) روح اور جسم دونوں کے حقوق اس طرح سموئے گئے ہیں کہ نہ روح کو جسم پر فوقیت ہے۔ نہ جسم کو

روح پر مبنی ہے۔ اس کے لئے چھوٹے چھوٹے کلیاتِ الٰہی ذکر کئے گئے ہیں جن پر احکام کی بنا ہے۔

پھر ملت ابراہیمی (جو ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آں حضرتؐ تک چلی آتی تھی) اور اسلام میں صرف زمانی اختلاف ہے، اصول اور قواعد دونوں میں برابر ہیں۔

خلاصہ: سب انبیاء کی شرائع میں اصول و عقائد ایک ہیں یہودیت نصرانیت اور حنیفیت میں قواعد کا اختلاف ہے۔ حنیفیت اور اسلام میں صرف زمانی اختلاف ہے یہ ہر قسم کے اختلافات خواہ قواعد کے ہوں یا زمانہ کے اقتضاآت کے نبوت اور رسالت کے ذریعہ ہی طے پاتے ہیں، جب نبوت و رسالت ختم ہوگئی تو اب ہر طرح کے اختلافات ختم کر دیئے گئے اب وہی زمانی اختلاف باقی رہ سکتا ہے جس کے متعلق شریعت نے گنجائش رکھی ہو خواہ وہ قرآنی مسئلہ میں ہو یا حدیثی مسائل میں۔ پس قرآن و حدیث کے احکام میں دوام اور وقتی ہونے کی بنیاد لکھنے یا نہ لکھنے کو قرار دینا جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں ردوبدل کے اسباب سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ جس قدر اختلافات زمانہ کے اقتضاآت اور حالات کی وجہ سے ہو سکتے ہیں اور ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان سب کے لئے شریعت نے قواعد بیان کر دیئے ہیں اور جن کو دائمی قرار دیا ہے وہ ایسے ہیں کہ ان کے ردوبدل کے لئے تقاضا وقت کا اس کے کمزور ہونے کی بنا پر لحاظ نہیں رکھا گیا یا ان میں تقاضا مختلف ہی نہیں ہوتا پس ایسے احکام دائمی ہیں خواہ قرآن میں ہوں یا حدیث میں یہ کہنا کہ قرآنی احکام میں مختلف زمانوں میں اقتضاآت نہیں بدلتے اور حدیثی احکام میں بدلتے ہیں" ایک بے سوچی سمجھی بات ہے ایسی باتیں کرنے سے ان کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ شریعت کے احکام، ان کے کلیات ان کی ترتیب اور ان میں ردوبدل کے قواعد سے ناواقف ہیں ان کو گمراہ کیا جائے۔

○